بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

خوشی کی بات ہے کہ اتر پردیش اور دہلی میں اُردو زبان کی کتابوں پر انعامات دینے کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ اس سال بھی ساہتیہ اکاڈمی کی طرف سے حضرت جگرؔ مرادآبادی کو اُن کے مجموعۂ غزلیات "آتشِ گل" پر پانچ ہزار روپیہ کا انعام اور اتر پردیش گورنمنٹ کی طرف سے متعدد کتابوں پر مختلف رقوم کے چھوٹے بڑے انعامات دئے گئے ہیں۔ اُردو زبان کی کتابوں کی اس قدردانی پر گورنمنٹ اور اکاڈمی شکریہ کی اور جن حضرات کو انعامات ملے ہیں وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ دوسری ریاستی حکومتیں مثلاً آندھرا، بہار، مغربی بنگال وغیرہ بھی علم و ادب کی حوصلہ افزائی کی راہ سے اس قسم کے سالانہ انعامات کا رواج شروع کریں گی اور اُن میں اُردو کو بھی مناسب حصہ ملے گا۔

اس سلسلہ میں ساہتیہ اکاڈمی اور اتر پردیش گورنمنٹ کی توجہ ہم اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ گذشتہ دو تین برسوں میں دار المصنفین اعظم گڈھ۔ ندوۃ المصنفین دہلی اور انجمن ترقی اُردو علی گڈھ کی طرف سے متعدد ایسی اہم اور محققانہ کتابیں شائع ہوئی ہیں جو کافی محنت اور تحقیق و کاوش سے لکھی گئی ہیں اور جو معلومات، ترتیب، زبان اور طرزِ بیان کے اعتبار سے دنیا کی کسی بھی زبان کے لٹریچر کے لئے باعثِ فخر ہو سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ کتابیں انعام سے محروم رہیں۔ جو اونچے درجہ کے مصنف اور ادیب ہوتے ہیں وہ انعام کے لئے اپنی کتاب بھیجنا اپنے فن اور کمال کی توہین سمجھتے ہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا کتابوں میں سے بعض کتابوں کے انعام سے محروم ہونے کا سبب اگر یہ ہے تو انعام دینے والے اداروں کو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ انعام کے قابل کتابوں کا سراغ لگانا اور اُن کو مہیا کرنا یہ خود اُن کا کام ہے نہ کہ مصنفوں کا۔ پبلشرز یہ کام کر سکتے تھے لیکن انعام جو کچھ بھی ملتا ہے مصنف کو ملتا ہے نہ کہ ناشرِ کتب کو، اس لئے اس کو کیا پڑی ہے کہ وہ چھ سات نسخے کتاب کے بھیج کر مفت مول لینا نقصان کرے۔ یہ حقیقت فراموش نہ کرنی چاہئے کہ کسی زبان کے لٹریچر میں حقیقی عظمت پیدا

ہوتی ہی ہے اُن تصنیفات کے ذریعہ جو محنت اور غور و فکر سے اور سینکڑوں متعلقہ کتابوں کو پڑھنے کے بعد لکھی گئی ہوں۔ مولانا شبلی کے معاصرین میں سرسید۔ نذیر احمد۔ آزاد۔ حالی وغیرہم سب ہی تھے۔ لیکن اُردو زبان کو علمی وقار وسرمایہ لانے میں شبلی کا جو حصہ ہے وہ اُن کے کسی اور معاصر کا نہیں اس بنا پر انعام دینے والے اداروں کا فرض ہے کہ وہ انعامات کے لئے کتابوں کا انتخاب کرتے وقت علمی اور محققانہ کتابوں کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ تاکہ اُردو میں علمی اور تحقیقی کاموں کی حوصلہ افزائی ہو اور جن مصنفوں کی کتابوں کو بازار میں زیادہ فروخت ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوتا اُن کو کم از کم گورنمنٹ یا کسی علمی ادارہ کی طرف سے تو اُن کی محنت کی داد مل جائے۔

اس موقع پر یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ انعام کے لئے کتابوں کے انتخاب کا معیار کیا ہے؟ لیکن ہمارے علم میں اب تک کسی ایسی کتاب پر انعام نہیں ملا ہے جو خواہ کتنی ہی محققانہ اور بلند پایہ ہو لیکن اس کا تعلق اسلامی تاریخ۔ اسلامی فلسفہ یا کسی اور اسلامی علم و فن مثلاً سیرت نگاری۔ تصوف یا قانون وغیرہ سے ہو۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کہیں انعام کے لئے چند خاص موضوعات کی تخصیص نہ کرلی گئی ہو اور اسلامیات کو ان سے خارج قرار دیا گیا ہو۔ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کیونکہ اسلامیات بذاتِ خود آج کل علوم و فنون کا بہت اہم حصہ ہیں اور اسی وجہ سے دنیا کی ہر بڑی یونیورسٹی میں اُن کی تعلیم و تدریس اور اُن سے متعلق ریسرچ کے بڑے بڑے شعبے قائم ہیں۔ اس بنا پر اسلامیات پر بھی اگر کوئی بلند پایہ کتاب اُردو میں شایع ہوتی ہے تو اس سے زبان کا علمی وقار بڑھتا ہے اور اس لئے اُس کو بھی انعام کا مستحق ہونا چاہیئے۔

زندہ اور ترقی یافتہ قومیں دوسری اقوام کے ادبیات عالیہ کی قدر کس طرح کرتی اور اُن سے فائدہ اُٹھاتی ہیں اُس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ روسی خبر نامہ مورخہ ۱۷ مارچ ۵۹ء کے بیان کے مطابق پچھلے دنوں ماسکو میں یوم غالب بڑے اہتمام و انتظام سے منایا گیا۔ سوویٹ افرو ایشین سولڈریٹی کمیٹی کے وسیع اسمبلی ہال میں یہ تقریب منعقد ہوئی جس میں روس کے ہندوستانی باشندے خود روسی عورت مرد اور اخبارات کے نمائندے اور دوسرے لوگ بتعدادِ کثیر شریک ہوئے۔ اسمبلی ہال میں